البلاغ القاسمی

اسلام ہمارا پسندیدہ مذہب کیوں؟

مصنف

مولانا احمد حسین قاسمی حفظہ اللہ

PUBLICATIONS

AL IDRAAK — Naved Ahmad

اسلام ہمارا پسندیدہ مذہب کیوں؟ قسط 9

باسمہ تعالیٰ عز
اسمہ==============================____دلیل /16 اسلام
__کی فوقیت و برتری______احترام انسانیت کے اعتبار سے

مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو جو احترام بخشا ہے اسکی نظیر اور مثال بھی دنیا کے دیگر مذاہب کے اندر نہیں مل سکتی،

قرآن پاک میں ارشادباری تعالیٰ ہے "ولقد کرمنا بنی آدم" ہم نے انسان کو عظمت و احترام بخشا، یعنی آدمی کو بہت خاص نعمتیں عطاء کیں، حسن صورت، سب سے زیادہ معتدل مزاج ' قد کا اعتدال'عقل سے اشیاء میں امتیاز' زبان' تحریر اور اشاروں سے سمجھانے کی قوت، معاش و معاد کی ہدایت ' زمین کی موجودات پر تسلط یعنی تمام چیزوں سے کام لینا اور مختلف ہنر اور پیشے اور تمام مادی عنصری اور فلکی کائنات کا ربط تاکہ انسان کو مختلف منافع حاصل ہوں اور اسباب رزق فراہم ہوں' پھر دوسرے جانوروں کے برخلاف آدمی کو ہاتھ سے اٹھا کر اور پکڑ کر کھانے کی تعلیم، یہ تمام امور انسان کے لئے مخصوص کئے، پھر محبت و عشق کا جذبہ، معرفت وحی اور مراتب قرب کی عطاء بھی انسان پرخاص کرم ہے۔ حاکم نے تاریخ میں اور دیلمی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انگلیوں سے کھانا بھی انسان کے لئے اللہ کی طرف سے عزت بخشی ہے،

__احترام انسانیت کے دو اہم اصول__

مذہب اسلام نے احترام انسانیت کے دو اصول بتلائے ہیں، ایک فرمایا " ولا تصعر خدک للناس" لوگوں سےگال منہ پھلا کر مت ملو، جس سے ملو مسکراتے چہرے کے ساتھ خندہ پیشانی سے ہنس مکھ چہرے کیساتھ ملو،تاکہ سامنے والا بندہ تم

سے مانوس ہو، وحشت ودہشت محسوس نہ کرے، اسلئے کہ اگر تم گال منھ پھلا کر ترش روئی سے ملو گے تو لوگ تم سے متنفر ہونگے دور بھاگیں گے، تم سے وحشت اور دہشت محسوس کرینگے، دوسرے فرمایا "قولو للناس حسناً" لوگو سے بھلی بات کرو، اچھے لب و لہجہ میں نرم اور شگفتہ بات کرو، لوگوں کی بھلائی اور خیر خواہی کی بات کرو، کسی سے تیز آواز اور سخت لب و لہجہ میں بات مت کرو، ظاہر ہے کہ کسی انسان کے ادب واحترام کی یہی دو بنیادیں ہو سکتی ہیں کہ ملنا اور بات کرنا ادب واحترام کے دائرے میں ہو، اور یہ حکم قرآن پاک صرف اہل ایمان اور مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ سارے انسانوں کے لئے ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، اس لیے کہ یہ حکم احترام انسانیت کی بنیاد ہر ہے،

اب اس مختصر تمہید کے بعد قرآن و حدیث کی روشنی میں بھی دیکھئے کہ مذہب اسلام نے اس باب میں کس قدر دلنشیں تعلیم دی ہے، اور مذہب اسلام نے صرف زندہ انسان کے احترم کی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ انسان کے مرنے کے بعد بھی احترام انسانیت کا عظیم درس دیا ہے،،

چنانچہ انسان کے مرنے کے بعد اس کے مردہ جسم کے ساتھ جو سلوک اور جو معاملہ دنیا کے دیگر ادیان و مذاہب اور اقوم و ملل کے یہاں روا رکھا جاتاہے وہ سراسر غیر انسانی ہوتا ہے، کہیں تو مردہ لاش کو آگ کے حوالہ کر کے اسےجلا دیا جاتا ہے، تو کہیں اسے کنوئیں میں ڈال کر سانپ بچھو اور کیڑے مکوڑوں کے حوالہ کردیا جاتاہے، اور نہ جانے کیسے کیسے غیر انسانی سلوک کئے جاتے ہیں،،

لیکن مذہب اسلام کی تعلیمات کی خوب صورتی بھی دیکھیں، کہ جب کسی انسان کا انتقال ہو جائے تو اس کو احترم سے تخت یا چارپائی وغیرہ پر چادر اوڑھا کر قبلہ رخ لٹادو، منھ کپڑے سے باندھ دو کہ کھلا نہ رہ جائے اور آنکھیں کھلی ہوں تو بند کر دو تاکہ چھرا بد ہیئت نہ ہو جائے، اور ہاتھ پیر سیدھا کر کے دونوں پیروں کے انگوٹھے ایک ساتھ باندھ دو، کہ ٹانگیں پھیل نہ جائیں جس سے جسم کی ہیئت بگڑ جائے، پھر اس کو نہلاو دھلاو کفن پہناو جسم اور کفن کو عطر اور کافور کی خوشبو میں بساؤ، پھر اسے کاندھوں پر اٹھاؤ اور ادب واحترام، سکون وقار کے ساتھ لیکر چلو، تیز رفتاری سے یا دوڑتے ہوئے مت چلو کہ لاش

اوپر نیچے دائیں بائیں ڈولنے لگے، میت کے آگے آگے مت چلو اس لیےکہ یہ احترام انسانیت کہ خلاف ہے، پھر پوری سنجیدگی اور وقار کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھو پھر قبر میں اسے پورے احترام کے ساتھ قبلہ رخ لٹادو، اور اوپر سے مٹی ڈال کر اس کے جسد خاکی کو چھپا دو، تاکہ کوئی جانور یا چرند وپرند بے حرمتی نہ کرسکیں، وغیرہ وغیرہ

نیز مذہب اسلام نے کسی انسان کو مثلہ کرنے سے یعنی ناک کان وغیرہ اعضاء بدن کوکاٹنے سے منع فرمایا، انسانی جسم کی پیوندکاری کو حرام اور نا جائز قرار دیا، اعضاء انسانی کی خرید وفروخت " ڈونیٹ" کرنے کو حرام قرار دیا، کیونکہ یہ سب چیزیں احترام انسانیت کے خلاف ہیں،

پیغمبر اسلام ہمارےآقاء و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نےاپنے اپنے قول و عمل سے احترام انسا نیت کی کیا ہی خوبصورت اور دلنشیں تعلیم دی ہے، حدیث پاک میں بخاری کی روایت سے آیا ہے کہ:

حَدَّثَنَا آدَمُ ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى ، قَالَ : كَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ، وَقَيْسُ بْنُ سَعْدٍ قَاعِدَيْنِ بِالْقَادِسِيَّةِ فَمَرُّوا عَلَيْهِمَا بِجَنَازَةٍ،فَقَامَا فَقِيلَ لَهُمَا:إِنَّهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ،أَيْ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ،فَقَالَا: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهِ جِنَازَةٌ فَقَامَ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهَا جِنَازَةُ يَهُودِيٍّ.فَقَالَ" أَلَيْسَتْ نَفْسًا"

سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ عنھما قادسیہ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے سے ایک جنازہ گذر رہا تھا، جسے دیکھ کر یہ دونوں حضرات کھڑے ہوگئے تو لوگوں نے کہا یہ تو ایک غیر مسلم ذمی کا جنازہ ہے آپ حضرات اس کےاحترام میں کیوں کھڑے ہوگئے؟ تو ان حضرات نے فرمایا کہ: اسی طرح ایک مرتبہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گذر رہا تھاتو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اسے دیکھ کر کھڑے ہوگئے، کسی نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے،تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا، یہودی ہے تو کیا ہوا کیاوہ ایک نفس

یعنی انسان نہیں ہے؟ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل خالص احترام انسانیت کی بنیاد پر تھا، کہ وہ بحیثیت یہودی تو قابل احترام نہیں تھا لیکن بحیثیت انسان ہر انسان قابل احترام ہے خواہ وہ کسی بھی دین و مذہب اور کسی بھی قوم و ملت سے تعلق رکھتا ہو،

اسی طرح حدیث پاک میں ہے کہ قبیلہ طئے کے لوگ جب گرفتار ہوکر آئے تو انمیں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھیں جو اب تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں، انکو مسجد نبوی کے قریب ایک خیمہ میں رکھا گیا، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا تووہ کہتی ہیں کہ میں کھڑی ہوگئی اور عرض کرنے لگی: اے اللہ کے نبی میرے والد فوت ہوچکے ہیں، اور میرا محافظ بھی یہاں نہیں ہے، مجھ پر رحم کیجئے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تمھارا محافظ کون ہے؟میں نے عرض کیا میرا بھائی عدی ابن حاتم نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اچھا وہ اللہ اور اس کے رسول سے بھاگنے والا؟ ایسا اسلئے فرمایا کہ وہ میدان سے فرار ہوگئے تھے، اور مقابلہ پر نہیں آئے تھے، اس کے بعد نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چلےگئے کوئی جواب نہیں ارشاد فرمایا، میں نے تین مرتبہ اسی طرح درخواست کیالیکن نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تینوں بار کو ئی جواب نہیں دیا، ہر بار خاموشی سےچلے جاتے،آخر پیچھے سےایک صاحب نے مجھے اشارہ کیا کہ: کھڑی ہو اور پھر کہو تو میں نے پھر چوتھی بار وہی بات کہی کہ:اے اللہ کے نبی میرے والد فوت ہو چکے ہیں اور میرا محافظ بھی یہاں نہیں ہے مجھ پر احسان کیجئے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں میں نے تمھارا کام کر دیا ہے تم کسی ایسے شخص کوتلاش کرو جو تمھیں تمھارے گھر تک پہنچا دے، ابتک کے سکوت کی وجہ شاید یہی تھی کہ:کوئی قابل اعتماد شخص ایسا مل جائے جو انھیں انکے گھر تک پہنچا دے، لیکن ابھی تک کوئی ایسا آدمی ملا نہیں تھا، وہ کہتی ہیں میں نےاشارہ کرنے والے شخص کے بارے میں پوچھا تومجھے بتایا گیاکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ سواروں کا ایک وفد اور گرفتار ہو کر پیش ہوا تو میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا! اے اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ میری قوم کے قابل اعتماد لوگ ہیں مجھے ان کے ساتھ بھیج دیجئے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نےمجھے ایک

جوڑا ایک سواری اور راستہ کا خرچہ وغیرہ مرحمت فرما کر روانہ فرما دیا،جب میں شام میں اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس پہنچی تو میرے بھائی عدی بن حاتم نے پوچھا کہ: اس آدمی کو تم نےکیسا پایا، میں نے کہا:بھائی میں چاہتی ہوں تم بھی انکے غلاموں میں شامل ہوجاؤ، چنانچہ دونوں بھائی بہن مدینہ طیبہ حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے،

اسی موقعہ پر جب قبیلہ بنو طئے گرفتار ہوئے تو انکی ایک جوان بیٹی جس کا بچہ گم ہوگیا تھا وہ اپنے بچہ کی تلاش میں کھبرائی ہوئی ادھر سے ادھر پھر رہی تھی اور سر کھلا ہوا تھا، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھا تو اپنی چادر مبارک ایک صحابی کو دیا کہ جاؤ اس بیٹی کے سر کو اس چادر سے چھپا دو، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ توکافرہ عورت ہے تو نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا: کافرہ ہے تو کیا ہوا؟ آدم کی بیٹی تو ہے، آج اگر تم اس کے سر کو چھپاؤگے تو اللہ تعالی دنیا و آخرت میں تمھارے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائیں گے، یہ ہے احترام انسانیت کا وہ درس عظیم جوہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اور پوری دنیا کے انسانوں کو عطاء فرمایا ہے،

یہود کے ایک عالم تھے زید بن سعنہ، انکے پاس مال بھی تھا، اور اسلام لائے تو ان کا اسلام بھی بہت اچھا تھا، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کئی غزوات میں شریک ہوئے اور غزوہ تبوک سے واپسی پر راستہ میں انکی وفات ہو گئی، ان کا واقعہ حد یث پاک کے اندر بیان ہوا ہے، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و سلم کے چہرہ انور کو دیکھا تو میں نے نبوت کی وہ ساری علامتیں جو تورات کےاندر پڑھی تھی پہچان لیا، سوائے دو کے کہ جن کا پتہ مجھے چہرہ انور کو دیکھ کر نہ چل سکا، ایک تو یہ کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کاحلم انکے غصہ پر غالب ہو گا، دوسرے یہ کہ ان کے ساتھ کوئی جاہل جتنی جہالت کرے گا انکا حلم اتنا ہی بڑھتا جائے گا، وہ فرماتے ہیں کہ اب ان دو علامتوں کو جاننے کیلئے میں تاک میں رہنے لگا کہ کوئی موقعہ ہاتھ آ جائے، اور وہ دو علامتیں بھی پہچان لوں، چنانچہ ایک دن آپ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر سے باہر تشریف لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے، کہ ایک دیہاتی شخص اپنی سواری پر سوار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں بستی کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، اور وہ اس وقت قحط میں مبتلا ہیں، آپ انکی مدد کے لئے کچھ بھیج دیں تو بہتر ہوگا، زید بن سعنہ کہتےہیں کہ میں فوراً نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہوا اور میں نے عرض کیا اے محمد"صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم" آپ مجھے فلاں باغ کی اتنی کھجوریں بیچ دیں، مقصد یہ تھا کہ میں پیسہ ابھی دے دیتا ہوں اور آپ مجھے کھجوریں دے دینا، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے یہودی بھائی میں تم کو اتنا وزن کھجوروں کا دے دونگا، لیکن اسی باغ کی کھجوروں کی شرط نہیں، زید کہتے ہیں میں نے کہا کوئی بات نہیں، چنانچہ میں نے اسی دینار دے دیئے، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی کودے دیا وہ چلا گیا، اور ہمارے درمیان قرض کی واپسی کا وقت طئے ہو گیا، پھر وقت مقررہ سے دو یاتین دن پہلے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری صحابی کےجنازے میں شرکت کے لئے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر، عثمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت تھی، اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جنازے سے فارغ ہوئے تو میں پہنچ گیا اور میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان اور چادر مبارک کو پکڑ لیا اور سخت غصہ سے دیکھتے ہوئے کہا اے محمد کیا تم میرا حق ادا نہیں کروگے؟ اے بنو عبد المطلب میں تمھیں جانتا ہوں کہ تم ادائیگی قرض کے معاملہ میں برے اور ٹال مٹول کرنے والے لوگ ہو، پھر میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں مارے غصہ کے انکے چہرے میں گھوم رہی ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے دشمن تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی بات کہ رہا ہے جو میں سن رہا ہوں، اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے،اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تجھ سے قریب ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچ جائے تو میں اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پورے

سکون و وقار کے ساتھ مسکراتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ارشاد فرمایا اے عمر تمھیں وہ نہیں کرنا چاہئے جو کیا، بلکہ تمھارا کام یہ تھا کہ تم مجھے اچھی طرح سے ادائیگی کا حکم کرتے اور اسے اچھی طرح سے تقاضہ کا حکم کرتے، اے عمر اب اسے لے جاؤ اس کا حق بھی دو، اور بیس صاع کھجور مزید دو، جو تم نے اسے دھمکایا ہے اس کے بدلہ میں، زید فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر مجھے لے گئے میرا حق دیا، اور مزید بیس صاع اور دیا، پھر میں نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اسلام قبول کر لیا،کیونکہ اب وہ علامتیں جس کی مجھے تلاش تھی وہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں مل چکی تھیں،

ایک جگہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد نے ارشاد فرمایا "المؤمن من أمنہ الناس علی دمائھم و أموالھم" مومن وہ ہوتا ہے جس سے لوگوں کی جانیں اور انکے مال محفوظ ہوں،حتیٰ کہ کافر لوگ جو مسلمانوں کے معاشرے میں رہتے ہیں، اور انکو ذمی کہتے ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ حسن سلوک اور احترام انسانیت کا حکم جاری فرمایا، ارشادعالی ہے! "دمائھم کدمائنا وأموالھم کأموالنا" ان کا خون ہمارے خون کی طرح ہے، اور انکا مال ہمارے مال کی طرح ہے،

مزید ارشاد ہے" من قتل معاھدا لم یرح رائحۃ الجنۃ وإن ریحھا یوجد من مسیرۃ اربعین عاماً" جس نے کسی معاہد کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائیگا، حالانکہ جنت کی خوش بو چالیس سال کی مسافت تک پہنچے گی،

ایک اور حدیت پاک میں ارشاد فرمایا" ألا من ظلم معاھدا اوانتقصہ او کلفہ فوق طاقۃ او أخد منہ شیئا بعیر طیب نفس فانا حجیجہ یوم القیامۃ" خبر دار! جس نے کسی معاھد پر ظلم کیا، یا اسکو نقصان پہنچایا، یا اسکو اسکی طاقت سے زیادہ کا مکلف بنایا، یا اسکی کوئی چیز اس کی خوش دلی کے بغیر لیا، توقیامت کے دن میں اس معاھد کا وکیل ہونگا اور اسکا حق دلا کر رہونگا،

سبحان اللہ، یہ ہے احترام انسانیت اور حسن اخلاق جو ہمارے مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، کیا ہے دنیا کا کوئی اور دین ومذہب یاکوئی قوم وملت جو اس حسن خلق اوراحترام انسانیت کی نظیر اور مثال پیش کر سکے، فھاتوا برھانکم إن کنتم صادقین، پس دین اسلام ہی ہمارا پسندیدہ مذہب ہے،

"" ""

دلیل /17 مذہب اسلام کی فوقیت______غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے_____اعتبار سے

تاریخ عالم انسانیت کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دو قوموں، دو گروہوں یا دو ملکوں اور دو سلطنتوں کے درمیان تصادم ، اور جنگ کی صورت میں فاتح اقوام نے مفتوح قوم کے جنگی قیدیوں کے ساتھ بے انتہائی دردناک، المناک، اور انسانیت سوز معاملہ روا رکھا ہے، جس نے حیوانیت اوردرندگی کی ساری حدوں کو توڑ ڈالا، اذیت جسمانی کے ساتھ ذہنی اذیتوں کی ایسی ایسی خوفناک اور اذیت ناک داستانیں تاریخ کے پنوں میں مدفون ہیں جنھیں سن کر یا پڑھکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کلیجہ منھ کوآنے لگتا ہے،،

اس قسم کی داستان دلخراش کی تھوڑی بہت جھلک قرآن پاک میں سورہ نمل کے اندر حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس کے واقعہ سے ملتی ہے، جبکہ ملکہ سبا بلقیس کو سیدنا حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کا دھمکی آمیز والا نامہ ملا اور اسےخوف محسوس ہوا تو اس نے اپنے لشکر اور سپاہیوں سے رائے طلب کی کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے اس کی فوج کے سپاہی اور کمانڈروں نے دلیرانہ اور جرات مندانہ جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہمارے پاس طاقت اور ہمت ہے، ہمارے پاس ساز و سامان کی کوئی کمی نہیں، ہم بڑے طاقتور اور تجربہ کار جنگجو لوگ ہیں، ہماری طرف سے جنگ اور لڑائی پر آمادگی میں ذرہ برابر کوئی تامل نہیں، ہم لڑنےکیلئے ہر طرح سے ہر وقت تیار ہیں، آگے آپ جو حکم دیں ہم تعمیل کریں گے، معاملہ کا آخری اور حتمی فیصلہ تو آپ ہی کے

سپرد ہے "قالوا نحن اولوا قوۃ واولوا باس شدید والامر الیک فانظری ماذا تامرین" مگر ملکہ انتہائی ہوشیار تھی اس نے خط سے ہی بھانپ لیا تھا کہ: یہ کوئی غیر معمولی شان وشوکت اور بے پناہ طاقت وقوت کا مالک بادشاہ ہے، بلا تحقیق حال اس سےٹکرانا ٹھیک نہیں اس لئے اس نے اپنے لشکر اور سپاہیوں کو جواب دیتے ہوئے کہ "ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ، وکذا لک یفعلون" بیشک بادشاہوں کا معاملہ یہی ہے کہ جب وہ کسی بستی کے اندر فاتحانہ طور پر داخل ہوتے ہیں تو اس بستی کو فساد مچا کر خراب و ویران کر دیتے ہیں اور اس بستی کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور وہ ایساہی کرتے ہیں،،

ملکہ بلقیس کے اس قول سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں فاتح اقوام کا مفتوح اقوام اور جنگی قیدیوں کے ساتھ انتہائی دردناک اور وحشت ناک معاملہ ہوتا رہا ہے،،

نیز سور بنی اسرائیل کے اندر بنی اسرائیل کے جو دو واقعہ انکے فساد اور سرکشی میں مبتلاء ہونے کی پاداش میں بیان کئےگئےہیں ان سے بھی اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ارشاد حق تعالی ہے

۞ وقضینا إلی بنی اسرائیل فی الکتٰب لتفسدن فی الرض مرتین ولتعلن علوا کبیرا

اور ہم نے صاف صاف کہ دیا کتاب میں بنی اسرائیل کو کہ تم دوبار زمین میں فساد مچاو گے اور بڑی سر کشی کرو گے،

بنی اسرائیل کے دو واقعے عبرت ونصیحت کے لئے ذکر کئے گئے ہیں کہ: انہوں نے ایک مرتبہ معاصی اور حکم ربانی کی مخالفت میں انہماک کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا، جنہوں نے ان کو تباہ کیا، پھر انکو کچھ تنبہیہ ہوگئی اور شرارت کم کردی تو سنبھل گئے کچھ عرصہ بعد پھر وہی شرارتیں اور بداعمالیاں ان میں پھیل گئیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دشمن کے ہاتھ سے سزا دلائی،

تفسیر قرطبی میں یہاں ایک طویل مرفوع حدیث بروایت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نقل کی ہے،

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ: بیت المقدس اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بڑی عظیم القدر مسجد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ دنیا کے سب گھروں میں ایک ممتاز عظمت والا گھر ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لئے سونے چاندی اور جواہرات یاقوت و زمرد سے بنایا تھا، وہ اس طرح کہ جب سیلمان علیہ السلام نے اسکی تعمیر شروع فرمائی توحق تعالیٰ نے جنات کو ان کے تابع کر دیا، جنات نے یہ تمام جواہرات اور سونے اورچاندی جمع کر کے ان سے مسجد بنائی، حضرت حذیفہ کہتےہیں کہ میں نے عرض کیا کہ: پھر بیت المقدس سے یہ سونا چاندی اور جواہرات کہاں اور کس طرح گئے؟ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور گناہوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا ہو گئے، انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بادشاہ کو مسلط کر دیا جو مجوسی تھااس نے سات سو برس بیت المقدس پر حکومت کی اورقرآن کریم میں آیت" فَاِذا جاءوعد اولهما بعثنا عليكم عبادا لنا اولِي باس شديد" سے یہی واقعہ مراد ہے، بخت نصر کا لشکر مسجد قدس میں داخل ہوا، مردوں کو قتل اور عورتوں بچوں کو قید کیا، اور بیت المقدس کے تمام اموال، اور سونے چاندی جوا ہرات کو ایک لاکھ ستر ہزار گاڑیوں میں بھر کر لے گیا، اور اپنے ملک بابل میں رکھ لیا اور سو برس تک ان بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر طرح طرح کی بامشقت خدمت ذلت کے ساتھ ان سے لیتا رہا،

پھر اللہ تعالیٰ نے فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اس کے مقابلے کے لئے کھڑا کر دیا جس نے بابل کو فتح کیا، اور باقی ماندہ بنی اسرائیل کو بخت نصر کی قید سے آزاد کرایا، اور جتنے اموال وہ بیت المقدس سے لایا تھا وہ سب واپس بیت المقدس میں پہنچا دئیے، اور پھر بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اگر تم پھر نافرمانی اور گناہوں کی طرف لوٹ جاؤگے تو ہم بھی پھر قتل وقید کا عذاب

تم پر لوٹا دینگے، آیت قرآنی" عسي ربكم ان يرحمكم وإن عدتم عدنا"سے یہی مراد ہے،

پھر جب بنی اسرائیل بیت المقدس میں لوٹ آئے، اور سب اموال وسامان بھی قبضہ میں آگیا، توپھر معاصی اور بد اعمالیوں کی طرف لوٹ گئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر شاہ روم قیصر کو مسلط کر دیا آیت "فاذا جاء وعد الاخرةِ لِیسوءا وجوھکم" سے یہی مراد ہے، شاہ روم نے ان لوگوں سے بری اور بحری دونوں راستوں پر جنگ کی اور بہت سے لوگوں کو قتل اور قید کیا اور پھر تمام ان اموال بیت المقدس کو ایک لاکھ ستر ہزار گاڑیوں پر لاد کر لے گیا، اور اپنے کنیسۃ الذہب میں رکھ دیا، یہ سب اموال ابھی تک وہیں ہیں، اور وہیں رہینگے یہاں تک کہ حضرت مہدی پھر ان کو بیت المقدس میں ایک لاکھ ستر ہزار کشتیوں میں واپس لائینگے، اور اسی جگہ اللہ تعالیٰ تمام اولین وآخرین کو جمع کر دینگے ـــــ "ـــــالحدیث بطولہ رواہ القرطبی فی تفسیرہ

جنگ عظیم اول اور دوم کے بعد یورپ نے جنگی قیدیوں کے ساتھ جس طرح کا وحشیانہ ظالمانہ اور عبرتناک حشر کیا ہے اسے صرف سن کر ہی آنکھیں اشکبار اور جگر چھلنی ہو جاتا ہے،

پوری دنیا میں صرف اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو جنگی قیدیوں کے ساتھ بھی خالص انسانیت پر مبنی ہمدردانہ اور خیر خواہانہ بہترین حل پیش کرتا ہے، لیکن عموما لوگ مسئلے کی تفصیلات نہ جاننے کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو کر کہتے ہیں کہ: اسلام انسانوں کی خرید وفروخت کی اجازت دیتاہے، جس میں بنیادی حقوق انسانی کی خلا ف ورزی معلوم ہوتی ہے،

اب غور کر نے کی بات یہ ہیکہ جنگی قیدی کے ساتھ اقوام عالم کا معاملہ جیسا ابھی اوپر مذکور ہوا وہ تو انتہائی خوف ناک اور درد ناک ہے، جسے ذرا سی بھی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان کبھی بھی معقول اور درست نہیں کہ سکتا، لیکن مذہب اسلام جنگی قیدی کیلئے کیا حل پیش کرتا ہے یہ اصل جاننے کی بات ہے، اس کی تفصیل دیکھئے،

ایک قوم اگر دوسری قوم پر حملہ کرتی ہے تو فاتح قوم مفتوح قوم کےجنگی قیدیوں کے لئے جو حل پیش کر سکتی ہے وہ درج ذیل ہیں،

(1) جنگی قیدی کو آزاد کر دیا جائے، لیکن معاملہ کا یہ کوئی حل نہیں ہو سکتا، اسلئے کہ جنگی قیدی کو آزاد کرنے کا مطلب ہوگا اس کو اپنے اوپر پھر سے منظم ہوکر حملےکا موقعہ فراہم کرنا اور اپنے لئے نئی مصیبت کھڑی کرنا، اسے کوئی بھی عقلمند انسان ظاہر ہے درست اور مناسب نہیں کہ سکتا، لہذا یہ کوئی حل سرے سے ہوا ہی نہیں،

(2) جنگی قیدی کو قتل کر دیا جائے، یہ کبھی کبھی عبرت کے لئے، یا دشمن کی قوت کو توڑنے اور مرعوب کرنے کیلئے تو ٹھیک ہے، لیکن یہ بھی مستقل حل نہیں بن سکتا اسلئےکہ اس میں فاتح قوم کاکوئی فائدہ نہیں، اور قیدیوں کا صرف اور صرف نقصان ہے، لہذا یہ بھی مسئلہ کا کوئی معقول حل نہیں ہو سکتا،،

(3) تیسری صورت جو بہتر ترین صورت ہے جس میں دونوں فریق کا فائدہ پیش نظر ہے وہ: وہی صورت ہے جسے مذہب اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے،کہ جنگی قیدیوں کو اسلامی لشکر میں تقسیم کردیا جائے کہ وہ اسلامی زندگی اور اس کے حسن و جمال کو قریب سے دیکھیں اور اسلام کی طرف راغب ہوکر اسے قبول کرلیں، اب یہ قیدی اگر مرد ہے تو اسے غلام اور اگر عورت ہے تو اسے باندی کہا جاتا ہے، ظاہر سی بات ہیکہ غلام اور باندی کا درجہ آزاد مرد و عورت کے برابر تو نہیں ہو سکتا، لیکن اسلام نے ان کے رہن سہن، بود وباش، کھانے پینے اور لباس وغیرہ سے متعلق انتہائی خوبصورت تعلیم دی ہے، اور بڑے ہی اہتمام کے ساتھ سخت تاکیدی انداز میں ان کے مستقل حقوق بیان کئے ہیں، غلاموں اور باندیوں کے بارے میں بار بار اللہ سے ڈرا یا اور آخرت کی فکر دلائی ہے، کہ جو خود کھاو وہی ان کو بھی کھلاو، جو خود پہنو وہی ان کو بھی پہناو، ان کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کا معاملہ کرو، اور ان کو آزاد کرنا اللہ رب العزت کے نزدیک بڑے ہی اجر و ثواب کا باعث اور بہت پسندیدہ عمل ہے،

نیز پہلے غلام آزاد کرنے کے مختلف مواقع فراہم کئے، اور پھر غلاموں کو آزاد کر نے کی کثرت سے ترغیب بھی دی، یہ غلام اور باندی کے تعلق سے اسلام کی وہ خوبصورت تعلیمات ہیں جن کی کوئی مثال اور نظیر دنیا کے کسی مذہب کے پاس نہیں مل سکتی،،

غلام اور باندی کے لیے اللہ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جو ہدایات اور ان کے حقوق کے بارے میں جو تاکیدات آئی ہیں ان میں سےچند بطورمثال پیش خدمت ہیں،

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللَّهُ فِتْيَةً تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ ؛ فَلْيُطْعِمْهُ مِنْ طَعَامِهِ، وَلْيُلْبِسْهُ مِنْ لِبَاسِهِ، وَ لَا يُكَلِّفْهُ مَا يَغْلِبُهُ، فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ ؛ فَلْيُعِنْهُ (ترمذی)

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہینکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تمھارے غلام تمھارے بھائی ہیں،اللہ تعالی نےانھیں غلام بنا کر تمھاری ملکیت بنا دیا ہے ، لہذا جس کے پاس کوئی غلام ہو اسے چاہئے کہ اس غلام کو وہی کھلائے جو خود کھائے، وہی پہنائے جو خود پہنے، اور اسکے اوپر اس کی طاقت سے زیادہ کا بوجھ نہ ڈالے، اور اگر ڈالے تو خود بھی اس کا تعاون کرے،

قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا ذَرٍّالْغِفَارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ،وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ،فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنِّي سَابَبْتُ رَجُلًا فَشَكَانِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ ؟ ثُمَّ قَالَ "إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ ، جَعَلَهُمُ اللَّهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَاتُكَلِّفُوهُمْ مَايَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ"(بخاری)

راوی کہتےہیں کہ میں نےحضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انکے بدن پر ایک لباس ہے اور ویسا ہی لباس ان کے غلام کے بدن پر بھی ہے، تو میں نے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا: کہ ایک مرتبہ میں نے ایک غلام کو

برا بھلاکہ دیا،اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر کیا تم نے اسے اسکی ماں کی وجہ سے عار دلایا، پھر فرمایا: پیشک تمھارے بھائی ہی تمھارے غلام ہوگئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں تمھارا مملوک بنا دیا ہے، پس جسکا بھائی اس کا مملوک ہو اسے چاہئے کہ جو خود کھائے وہی اس کو بھی کھلائے، جو خود پہنے وہی اس کو بھی پہنائے، اور اسکے اوپر اسکی طاقت سے زیادہ کا بوجھ نہ ڈالے اور اگر ڈالے تو خود بھی اسکا تعاون کرے،

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ أَبُوالْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيُّ التَّوْبَةِ" مَنْ قَذَفَ مَمْلُوكَهُ بَرِيئًا مِمَّا قَالَ لَهُ؛ أَقَامَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْحَدَّيَوْمَ الْقِيَامَةِإِلَّاأَنْ يَكُونَ كَمَا قَالَ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ابو القاسم صلی أللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مملوک پر ایسی تہمت لگائے جسسے وہ بری ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن اس پر حد قائم کریں گے، الا یہ کہ وہ مملوک ویسا ہی ہو جیسا کہا ہے،

عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ ، قَالَ : كُنْتُ أَضْرِبُ مَمْلُوكًا لِي، فَسَمِعْتُ قَائِلًا مِنْ خَلْفِي يَقُولُ : " اعْلَمْ أَبَامَسْعُودٍ،اعْلَمْ أَبَا مَسْعُودٍ"فَالْتَفَتُّ،فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : " لَلَّهُ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ ". قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ : فَمَا ضَرَبْتُ مَمْلُوكًا لِي بَعْدَ ذَلِكَ. (ترمذی)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے کوئی کہنے والا کہ رہا تھا، جان لو اے ابو مسعود، جان لو اےابو مسعود، ضرور اللہ تبارک وتعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تم کو اس غلام پر قدرت ہے، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر میں نے کبھی کسی غلام کو اس کے بعد نہیں مارا،

ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور مجھ سے خیانت کرتے ہیں، اورمیری نا فرمانی کرتے ہیں،میں انہیں گالیاں دیتا ہوں اور انہیں سزا دیتا ہوں، میں ان میں سے کیسا ہوں؟ فرمایا”جو وہ خیانت کرتے ہیں، نافرمانی کرتے ہیں اور تجھ سے جھوٹ بولتے ہیں ان سب کا ان سے محاسبہ ہوگا، اور تیرا انہیں سزا دینا اگر ان کے جرم کے مطابق ہے تو معاملہ برابر ہوگا، نہ تجھےکوئی نفع ہوگا نہ تیراکوئی نقصان ہوگا، اور اگر تیری سزا ان کے جرم سے کم ہوگی تو تیرے لیے فضل ہوگا، اگر تیری سزا انکے جرم سے زیادہ ہوگی تو زیادتی کا تجھ سے بدلہ لیا جائے گا “۔ فرمایا: وہ شخص پیچھے ہٹا اور زور زور سے رونے لگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:کیا تو کتاب اللہ پڑھتا ہے۔ ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا" اس شخص نے کہا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! میں اپنے لیے اور انکے لیے انکو جدا کرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھتا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ تمام آزاد ہیں۔ (ترمذی شریف)

البتہ غلام چونکہ اپنے مالک کی ملک ہوتا ہے اس لئے مالک کو اس سے اپنا کام اور خدمت لینے کی بھی اجازت ہے، اور اگر کبھی کوئی مالک غلام کی ضرورت محسوس نہ کرے، تو اسے اجازت ہے کہ کسی شخص سے پیسہ یا سامان وغیرہ لے کر غلام کو اس کے سپرد کردے جسےخرید وفروخت کہتے ہیں، اور مالک کو اس کا بھی اختیار ہے کہ بلاعوض کسی کے حوالے کر دے جسے ہبہ، ھدیہ اور تحفہ کہا جاتا ہے، لیکن ان سب کے ساتھ اسلام کا جو بنیادی مقصد ہے جنگی قیدیوں کو غلام اور باندی بنانے کے پیچھے وہ یہی ہے کہ یہ مخالفین اسلام دشمن قیدی اسلام کو اور اسکی حسین خوب صورت تعلیمات کو قریب سے دیکھیں اور اسلام کو قبول کرکے دنیا وآخرت کی سرخ روئی کی سعادت حاصل کریں، ورنہ انکو غلام بنا کر محض خدمت لینا یا خرید وفروخت کے ذریعے مال اور پیسہ کمانا مقصود نہیں!

چنانچہ اسلامی تاریخ ایسے خوش نصیب غلاموں سے بھری پڑی ہے، جنھوں نےعلمی اور عملی میدانوں میں عظیم اور مثالی کارنامے انجام دیئے ہیں، مشتے

نمونہ از خروارے کے طور پر چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں جس سے اسلام اور اس کی حسین تعلیمات کا کچھ اندازہ ہو سکے

حضرت سالم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں جوکہ راہ ہجرت میں مہاجرین صحابہ کے امام بنے،

حضرت زید بن حارثہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں اور سریہ موتہ میں حضرت جعفر طیار جیسے جلیل القدر صحابہ کے امیر بنے،

حضرت صہیب رومی غلام ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں ان کو مسجد نبوی کا اس وقت تک کیلئے امام مقرر کیا جب تک کہ نئے خلیفہ کا انتخاب نہ ہو، اور اپنے انتقال کے بعد اپنی نماز جنازہ پڑھانے کی ان کو وصیت فرمائی،

حضرت بلال غلام ہیں مگر خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہوکر اذان دینے کا خصوصی اعزاز تنہا حاصل کرتے ہیں، نیز وہ چلتے ہیں زمین پر اور انکے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے جنت میں"سبحان اللہ" حضرت حسن بصری کنیز زادے ہیں مگر آپ صوفیاء کرام کے امام بنے، حضرت عکرمہ اور قتادہ غلام ہیں مگر فن تفسیر میں امام المفسرین بنے، حضرت نافع غلام ہیں اورعن نافع عن مالک عن عبداللہ ابن عمرکی سند سلسلة الذہب کہلاتی ہے امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسناد حدیث میں آسمان کے نیچے اس سے بھتر کوئی سند نہیں،

اب آیئے ذرا بادشاہوں کی فہرست بھی اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس میدان میں بھی غلاموں کی خاصی فہرست ملتی ہے،،

چنانچہ محمود سبکتگین غلام بن غلام تھا جو وقت کا بادشاہ بنا اور فاتح سومناتھ کہلایا___ الیمین غلام تھا مگر مامون الرشید کا جرنیل بنا___قاہرہ یونیورسٹی کا بانی جوہرہ غلام تھا___طارق بن زیاد بھی ایک غلام تھا جو فاتح جبرالٹر بنا___بھارت کا پہلا مسلمان بادشاہ ایبک غیاث الدین غوری کا غلام تھا،

بہرحال یہ تو چند نام ہیں جو بطور نمونہ و مثال پیش کیے گئے ہیں ، ورنہ اسلام کی تاریخ ایسے غلام اور باندیوں سے لبریز ہےجنھوں نے علم وعمل کے بڑےبڑے میدان سر کئے ہیں، اور بنام غلام کتنے عرصہائے کمالات کے شہنشاہ بن کر رہتی دنیا تک اپنا نام روشن کر گئے، اور خود بحیثیت غلام مشہور ہوئے لیکن دنیا کو اپنی عقیدت اور محبت کا اسیر کر گیے،،

اس کی بنیادی اور خاص اہم وجہ اسلامی تعلیمات کا حسن ہے، کہ مسلمانوں کو غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی حکم دیا، ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ و سلم کی گود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسےحضرت حسن رضی اللہ عنہ اور غلام زادے حضرت اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ و سلم نےارشاد فرمایا: اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان دونوں سے محبت فرما،

اب اپنے نواسے اور غلام زادے کے ساتھ عدل ومساوات کے اس عالم کو دیکھ کر دنیا انگشت بدنداں نہ رہے تو کیا کرے، حضرت زید بن حارثہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، اور اپنی حقیقی پھوپھی زاد بہن سے ان کا نکاح فرمایا،،

اسلامی شریعت کی انھیں عظیم تعلیمات کا اثر تھا کہ اکثر وبیشتر جنگی قیدی اسلام قبول کر لیتے، اور بعض اوقات بڑے بڑے علمی وعملی کمالات کےحامل بن جاتے،

خلیفہ هشام بن عبد الملک نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ اسلامی شہروں میں جو فقیہ غلام ہیں ان کے متعلق بتائیں، انھوں نے بتایا مدینے میں نافع، مکہ میں عطاء ابن ابی رباح، یمن میں طاوس بن کیسان، یمامہ میں یحی بن کثیر، موصل میں میمون بن مہران، خراسان میں ضحاک بن مزاحم، اور بصرہ میں عطاء الحسن البصری، سب غلام ہیں، جبکہ صرف کوفہ میں ابراہیم النخعی عربی النسل ہیں،

تعلیم و تربیت اور تہذیب واخلاق کے ایسے گوہر نایاب اور جواہر پارے مذہب اسلام کے علاوہ دنیا کے اور کسی مذہب کے پاس نہیں جو غلاموں کو بھی غلامی کے دلدل سے نکال کر کمالات کے اوج ثریا پر پہونچا دے،،

آخر کوئی توبات تھی کہ ایک غلام اپنے چچا اور بھائی کو جواب دیتا ہے کہ میں جس ذات پاک کی غلامی میں ہوں، اس کی غلامی پر سیکنڑوں آزادیاں قربان ہیں، میں اس ذات پاک کی غلامی سے نکل کر اب تمھاری آزادی والی زندگی کو اختیار کرنے کے لئے اپنے محبوب آقا کو چھوڑ کر تمھارے ساتھ نہیں جا سکتا،

یہ عظیم اور مایہ ناز غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں جن کا واقعہ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں بڑی کثرت سے مرقوم ہے، طویل واقعہ ہے جس کو موضوع کی مناسبت سے مختصرا عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے،

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم میں آئیں تو حضرت زید بن حارثہ کو آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ کر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس قدر لاڈ اور پیار ملا کہ ان کو یقین ہو گیا کہ جو سکون اور اطمئنان مجھے میرے آقا کی اس غلامی میں حاصل ہوا ہے وہ چین وسکون مجھے میرے باپ حارثہ کے دامن شفقت میں رہکر یا دنیاکے کسی بادشاہ کے شاہی محل میں شاہانہ شان وشوکت کیساتھ رہکر بھی میسر نہیں آ سکتا، یہی وجہ تھی کہ جب ان کے چچا اور بھائی انکو تلاش کرتے ہوئے ان تک پہونچے اور منہ مانگی رقم دیکر ان کو اپنے ساتھ لیجانا چاہا، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کیا، تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کسی عوض کے اختیار مرحمت فرما دیا کہ: زید ہی سے پوچھ لو اگر وہ تمھارے ساتھ جانا چاہے تو مجھے کسی معاوضے اور رقم کی چنداں ضرورت نہیں تم شوق سے لے جاو، اور اگر وہ خود ہی نہ جانا چاہے تو میں اسے مجبور نہیں کر سکتا، حضرت زید کے چچا اور بھائی نے کہا اس سے بہتر بات اور کیا ہو گی، آپ نے تو ہمیں ہمارے حق سے زیادہ عطا کر دیا،،

چنانچہ انھوں نے خوشی خوشی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، انکو تو یقین تھا کہ زید ہمارے ساتھ ضرور جائے گا اسلئے کہ بھلا آزادی پرغلامی کو کون ترجیح دیگا، مگر جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے اپنے چچا اور بھائی کیساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا،چچا اور بھائی نے کہا زید ہوش میں تو ہو؟ غلامی کو آزادی پر ترجیح دے رہے ہو؟ تو حضرت زیدبن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بڑا پیارا سا جواب دیا کہ چچا میں جس ہستی کی غلا می میں ہوں اس عظیم ہستی کی غلامی پر دنیا بھر کی ساری آزادیاں قربان ہیں! یہ جواب سنکر چچا اور بھائی حیران و ششدر رہ گئے، مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک غلامی سے مطمئن ہو کر واپس چلے گئے،

کوئی بتائے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو کس قوت نے مجبور کیا تھا کہ وہ آزادی پر غلامی کو ترجیح دیں، سوائے اسکے کہ اسلامی تعلیمات اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ نے ان کو ایسا اسیر بنا لیا کہ وہ دامن رحمت اور سایہ عاطفت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے جدا ہونے پر خود کو قادر نہیں پا سکے،

یہ ہے مذہب اسلام جس غلاموں کو غلامی سے نکال کر علم و عمل، قیادت و سیادت اور حکومت و سلطنت کے میدانوں میں اوج ثریا پر بیٹھا دیا، ہم دنیا سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ اگر مذہب اسلام بھی جنگی قیدیوں کے ساتھ وہی سلوک اور رویہ روا رکھتا جو ماضی میں فاتح اقوام رکھا یا جو آج دنیا کی حکومتیں رکھتی ہیں تو کیا غلاموں کو وہ مقام بلند ملتا جو مذہب اسلام اور پیغمبر اسلام کی پاکیزہ تعلیمات نے عطاء کیا، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اسلام ہی ہمارا پسندیدہ مذہب ہے،،